,, المفضّليات ،،

(ایک تحقیقی جائزہ)

ڈاکٹر عطیه خلیل عرب

علم و ادب اور بحث و تنقید کے اکثر ائمه کا اتفاق ہے که قدیم عربی شاعری کے علمی ادبی اور لُغَوی مجموعه (المفضلّیات) کا اصل راوی اورجامع المفضل الضبی هی ہے چنانچه یه مجموعه اسی کی نسبت سے مشہور چلا آ رہا ہے (۱) ۔

المفضلیات میں ۱۲۶، ۱۳۰ قصائد هیں جو ٦٦ شعراء کے ۲۷، ۲۷ اشعار پر مشتمل هیں ۔ اس مجموعه میں جاهلی، مخضرم اور اموی دور کے شعراء کا کلام جمع کیا گیا ہے اور حال هی میں ایک متداول شرح (استاذ احمد شاکر او عبدالسلام هارون کی) کا نیا ایڈیشن آیا ہے ۔ ان کے مقدمه کے چند کلمات سے هم اس بحث کا آغاز کرتے هیں ۔ (ولا نعلم قبل المفضل أقدم علی أن یصنع للناس اختیارا من الشعر) هم کو علم نهیں که المفضل سے قبل کسی نے منتخب اشعار کا مجموعه شائقین کی نذر کیا هو) ۔

تاریخی شهادت کے باوجود علم و ادب اور تحقیق و تدوین کے شائقین کیلئے یه امر دلچسپی سے خالی نه هوگا که مختلف ادوار میں متعدد مؤرخین و ناقدین ادب عربی نے اس کے اصل راوی اور جامع

کو موضوع بحث بنایا ۔ دوسری صدی میں کوفه اور بصره کے دو مدارس فکر پیدا هو گئے تھے، کوفه کے مدرسه فکر کا امام المفضل الضبی اور بصره کے مدرسه فکر کا امام الأصمعی تھا ۔ یه دونوں اپنی اپنی جگه روایت، درایت ، نقد و بلاغت اور لغت کے امام اور ماهر تسلیم کئے جاتے هیں ۔ نیز صدیوں سے المفضلیات کو علمی مجالس اور عظیم تعلیمی اداروں میں زبان و روایت کے اعتبار سے نهایت ثقه مرجع و مصدر کی حیثیت سے اهمیت دی جاتی رهی ہے۔ تاهم تقریباً هر دور میں یه سوال ضرور اٹھایا گیا که اس کا اصل راوی کون ہے اور جمع و تدوین کس کس کی سلامتِ ذوق یا حسنِ انتخاب کا ثمر ہے ۔

ابو الفرج الاصفهانی کی رائے :

هماری نظر میں تاریخ ادب عربی کے معروف عالم اور مشهور مؤرخ ابوالفرج الاصفهانی نے سب سے پہلے اس رائےکا اظهار کیا اور اپنی اسناد کے ساتھ درج کیا : ,,عن ابن الاعرابی ، عن ابی عثمان الیقطری ، وعن علی بن ابی الحسن ثلاثتهم عن المفضل الضبی قال : ,,کان ابراهیم بن عبدالله بـن الحسـن (بن حسن بن علی بن ابی طالب) متواریا عندی ، فکنت اخرج واترکه ، فقال لی : انک اذا خرجت ضاق صدری ، فاخرج الی شیئا من کتبک أتفرج به . فاخرجت الیه کتبا من الشعر ، فاختار منها سبعین قصیدة ، التی صدرت بها اختیار الشعراء ، ثم أتممت علیها باقی الکتاب ,, (۲)۔

(مفضل کے شاگرد رشید الأعرابی جو اسکا خاص راوی بھی تھا اور وه اور ابو عثمان الیقطری یه تینوں المفضل کے راوی هیں انهوں نے المفضل سے روایت کی ہے که ابراهیم بن عبدالله بن حسن میرے پاس روپوش تھے انهوں نے تنهائی اور وحشت کا شکوه کیا که

تم باهر نکل جاتے ہو تو میرا جی گھبراتا ہے۔ کچھ کتابیں اپنی نکال دو تو میں مطالعہ کروں اور جی بہلاؤں۔ میں نے حکم کی تعمیل کر دی ابراهیم نے اُن کتب (متفرق اجزاء) میں سے اپنی نفاست طبع اور ذوق سلیم کی روشنی میں ستر (۷۰) قصائد منتخب کر لئے۔ ان کے بعد مجھکو بھی خیال آیا اور میں نے اپنا انتخاب شامل کیا تو کتاب یا مجموعہ مکمل ہو گیا ، لیکن میں نے اس مجموعہ کا آغاز ابراهیم کے منتخب اور معیاری قصائد ھی سے کرنا مناسب سمجھا " (۳)

المفضلّیات کی ترتیب آج بھی وھی ہے جو المفضل الضبی نے ابراهیم بن عبداللہ کے انتخاب سے شروع کی تھی اور اولین قصیدہ تابط شرا کا ہے۔ جس کا مطلع :

یا عیـد مَا لَکَ مِن شَوقٍ وَ اِیرَاقِ　　وَ مَرِّ طیفٍ من الأهوال طَرّاق

ابوعلی القالی کی رائے :

ابو علی القالی معروف ادیب، ناقد اور کئی اعلی ادبی کتب کا مصنف گذرا ہے اس نے اپنی کتاب (الأمالی) میں یہ روایت بیان کی ہے (أملی علینا أبو عکرمة الضبی (۴) المفضلیات من أولها الی اخرها . وذکر ان المفضل اخرج منها ثمانین قصیدة للمهدی، وقرئت بعد علی الأصمعی فصارت مائة و عشرین :.. قال ابو الحسن الاخفش ـــ اخبرنا ابو العباس ثعلب ان ابا العالیة الانطاکی والسدری وعافیة بن شبیب (وهولاء کلهم بصریون من اصحاب الأصمعی) اخبروه انهم قرؤا (علی الأصمعی) المفضلیات ثم استقرءوا الشعر، فاخذوا من کل شاعر خیار شعره وضموه الی المفضلیات . وسألوه (الأصمعی) عما فیه مما أشکل علیهم من معانی الشعر وغریبه، فکثرت جدا (۵) ـ

(مشهور نحوی الأخفش اور محمد بن اصفهانی سے القالی نے یہ روایت بیان کی کہ ابو عکرمہ الضبی نے ہم کو اول سے آخر تک

المفضلیات املاء کرائی اور یہ بھی بتایا کہ المفضل نے خود اس میں سے اسی (۸۰) قصائد شاہزادہ مہدی کیلئے منتخب کئے تھے۔ پھر بعد میں الأصمعی سے بڑھے گئے تو انکی تعداد ایک سو بیس ہو گئی تھی اَخفش کا بیان ہے کہ اسکو ثعلب، انطاکی اور شبیب نے (جو بصرہ کے مکتب فکر کے امام الأصمعی کے ساتھیوں میں سے ھیں) اور ان سب نے الأصمعی کو المفضلیات سنائی اور پھر خود بھی پڑھوا کر سنی اور اَصمعی سے مشکل اشعار کے معانی اور غریب (نامانوس) الفاظ کی شرح سمجھی ، تب تو المفضلیات کے اشعار اور بھی بڑھ گئے .) (٦١) قالی نے خود بھی المفضلیات کا قصیدہ (۳۰ ۔ عبد یغوث الحارثی کا) الأخفش سے پڑھا تھا۔

ابن الندیم کی رائے :

ابن الندیم نے کتاب الفہرست میں المفضل کے بارے میں لکھا ہے : (فضـل نـے ابراھیم بن عبداللہ کے ساتھ خروج کیا تھا . لیکن ابو جعفر المنصور نے اس شرط پر اسکو معاف کر دیا کہ وہ المھدی کا اتالیق بننا قبول کر لے ۔ تب المفضل نے مہدی کو لغت، شعر و ادب عربی کی تاریخ وغیرہ کی تعلیم دینے اور اس میں عربی کردار پیدا کرنے کیلئے جاھلیت کے ساتھ ساتھ مخضرم اور اموی دور کے بلند پایہ شعراء کے کلام کا انتخاب کیا ۔ یہ کم و بیش ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) قصائد تھے۔ ابن الندیم، ابن الأعرابی کی قابل اعتماد روایت کا ذکر کرتے ھیں :

,,روایت و تعداد میں کمی بیشی یا تقدیم و تأخیر ہو سکتی ہے ، لیکن معتبر اور مستند روایت وھـی ھو گی جو المفضـل سے ابـن الأعرابی نے بیان کی ھو . (۷)

امام جلال الدین السیوطی کا بیان :

امام سیوطی کی ہمہ جہت شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں وہ اپنی متداول کتاب (المزہر) میں رقم طراز ہیں : (ورد کذلک عن المفضل حین قال لہ العباس بن بکار : ما أحسن اختیارک للاشعار ، فلوز دتنا من اختیارک ؟) المفضل کے سلسلے میں یہ قول وارد ہوا ہے کہ اس سے عباس بن بکار نے اسکے ذوق سلیم کی تعریف کرتے ہوئے کہا ,,تم نے اشعار کا کس درجہ حسین انتخاب کیا ہے کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم اہل ذوق کی خاطر مزید اشعار منتخب کر لیتے اس کے جواب میں المفضل نے پوری ادبی اور راویانہ دیانت داری کیساتھ جواب دیا کہ در اصل اس میں ابراہیم کے حسن نظر کا بھی حصہ ہے اور یہ بھی اعتراف کیا (کان ابراہیم أحفظ الناس للشعر فجمع فاخرجتہ فقال الناس انہا اختیار المفضل) یعنی ابراہیم کو سب سے زیادہ شعر یاد تھے انہوں نے جمع کر دیئے اور میں نے انکی تخریج کی تو لوگوں نے مشہور کر دیا کہ یہ المفضل کا انتخاب ہے) (۸) ۔

علامہ عبدالعزیز المیمنی کی رائے :

علامہ عبدالعزیز المیمنی نے سمط اللآلی کے بعد ذیل الأمالی تحقیق کی اس پر جو بیش قیمت حواشی تحریر کئے انکا ایک حصہ ہمارے موضوع سے بھی متعلق ہے ۔ علامہ المیمنی نے قدماء کی رائے سے اختلاف بھی کیا ہے لیکن ابتداء میں یہ ضرور کہا ہے کہ (یوجد فی بعض النسخ ۔ بدار التحف البریطانیۃ ۔ ۱۵۰ قصیدۃ ، بعضہا فی طبعۃ الاصمعیات ، ولکن کاتبہا یظن جمیعہا من المفضلیات حیث یقول بآخرہا ,,ہذا آخر المفضلیات المعروف ،، علامہ میمنی نے بعض نسخوں میں خاص طور پر برٹش میوزیم میں جو اصمعیات کا ایڈیشن

دیکھا ہے اس میں ۱۵۰ قصائد ھیں لیکن ان کا کاتب خیال کرتا ہے کہ یہ سب کے سب المفضلیات میں سے ھیں جیسا کہ آخر میں لکھتا ہے (یہ مشہور کتاب المفضلیات کا آخری حصہ ہے) پھر علامہ میمن اپنے ایک لیکچر میں جو انھوں نے ۱۹۳۴ء میں مدراس یونیورسٹی میں دیا تھا ، فرماتے ھیں (میں نے ثعلب کے ھمنشین ابن وداع کے ھاتھ کا لکھا ھوا نسخہ (المفضلیات کا) دیکھا ہے آگے چل کر میں ثابت کر دوں گا البتہ اصمعیات کے نسخوں میں بھی غیر معمولی اختلاف پایا جاتا ہے جن کا تعلق قصائد کی تعداد سے ہے . کتاب الاختیارین میں یہ اختلاف نمایاں نظر آتا ہے کہ وہ قصائد نہ تو اصمعی کا انتخاب ھیں اور نہ ھی مفضل کا . گویا مجھول علماء کا انتخاب تھا (وکذا شرحہ ، ھذا والذی یتخلص من کل ھذا ان المفضلیات صنعة الأنباری مما یوثق بہ) یھی شرح کا حال ہے ، اور ان تمام جھنجٹوں سے نجات کا راستہ یہ ھو سکتا ہے کہ اس کو انباری کی روایت پر محمول کر لیا جائے جس پر شبہ نہیں کیا جا سکتا . (۹)

میمن صاحب نے الأنباری پراعتماد کا اظھارکیا ہے اور الأنباری کا بیان یہ ہے . (أملی علینا عامر بن عمران ابو عکرمة الضبی ھذہ القصائد المختارة ، المنسوبة الی المفضل بن محمد الضبی ، املاء ، مجلسا ، مجلسا من اولھا الی اخرھا . و ذکر انہ اخذھا عن ابی عبداللہ الاعرابی و ذکر انہ اخذھا عن المفضل الضبی) ابو محمد القاسم بن محمد بن بشار الأنباری نے شرح المفضلیات کے آغاز میں لکھا ہے کہ (عامر بن عمران ابو عکرمة ضبی نے وہ تمام کے تمام قصائد اَول تا آخر ھم کو کئی نشستوں میں املاء کرائے جو المفضل الضبی کیطرف منسوب ھیں . اور یہ بھی بتایا کہ اس نے الأعرابی

سے اور الأعرابی نے براہ راست المفضل سے روایت کئے تھے .)
ہماری نظر میں الأعرابی ایک منفرد شخصیت کا مالک تھا جبکہ اسکا شمار اکابر ین لغت و نحو اور روایت شعر میں ہوتا ہے . دوسری امتیازی خصوصیت یہ کہ وہ المفضل کا پر وردہ ، اسکا شاگرد رشید اور اسکا راوی تھا . الأعرابی نے المفضل سے متعدد دواوین سنے اور تصحیح کا کام بھی سر انجام دیا . اسکی پیدائش کا سال ۱۵۰ اور وفات ۲۳۲ ہجری ہے . المفضل الضبی کو کوفہ کے مدرسۂ فکر کے امام کے علاوہ المهدی کے اتالیق ہونے کا شرف بھی اس اَمر پر دلالت کرتا ہے کہ المفضلیات محض برائے نام اسکی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی جبکہ دوسری صدی سے آج تک بارہ سو دس سال سے مسلسل اُسی نسبت ، اَہمیت اور حیثیت سے پڑھی پڑھائی جاتی ہے اور المفضل کی علمی عظمت اور روایت و لغت کا امام ہونے کی بناء پر اس کا شمار ثقہ مصادر میں ہوتا ہے۔اس ضمن میں بھی امالی للقالی کی روایت سے ہم استشہاد کرتے ہیں ۔ (فقد روی القالی فی الامالی عن أبی عکرمة قال : مر أبو جعفر المنصور بالمهدی وهو ینشد المفضل قصیدة ,,المسیب بن علس ،، التی اولها (ارحلت) وذکر القصیدة، ثم قال : فلم یزل واقفا حیث لا یشعر به حتی استوفی سماعها ، ثم صار الی مجلس له ۔ وأمر باحضارهما ، فحدث المفضل بوقوفه و استماعه لقصیدة المسیب و استحسانه إیا ها ، وقال له لو عمدت إلی اشعار المقلین ، إخترت لفتاک لکل شاعر اجود ما قال لکان ذلک صوابا ففعل المفضل فبهذه نجزم انها من الثمانین)(۱۰)
(قالی نے ابو عکرمہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ ابو جعفر المنصور مہدی کی طرف سے گذرا جبکہ وہ اپنے استاذ المفضل سے سبق لے رہا تھا اور المسیب کا وہ قصیدہ جو (أرَحلْتَ) سے شروع

هوتا ہے پڑھ کر سنارھا تھا خلیفہ ایسی جگہ خاموشی سے سنتا رھا جہاں اسکو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا ، پورا قصیدہ سن کر وہ اپنی جگہ واپس آ گیا اور ان دونوں کو بلوایا . پھر خود ھی المفضل کو المنصور نے بتا دیا کہ وہ چھپ کر المسیب کا قصیدہ سن رھا تھا نیز اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار بھی کیا . المنصور خود بھی معانی شعر سے واقف تھااور شعراء کی اھمیت جانتا تھا ، اس نے المفضل کو مشورہ دیا کہ کم گو معیاری شعراء کا کلام اپنے نوخیز شاگرد کیلئے انتخاب کرے اور اَکابر شعراء کا خوبصورت اور بہترین مجموعہ جمع کر دیا جائے ، تو معتمد نے ایسا ھی کیا اس بنیاد پر ھم وثوق سے کہہ سکتے ھیں کہ یہ المفضل کا کارنامہ ہے خواہ اسّی (۸۰) میں سے ھو)۔

چھٹی صدی ھجری کے مؤرخ صاحب منتھی الطلب ھوں یا تین صدی قبل کے ابن قتیبہ ھوں حیرت کی بات ہے کہ ان ذی علم شخصیتوں میں اختلاف بھی ہے اور اتفاق بھی قطعی اور حتمی فیصلہ کوئی نہیں کرتا . سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ منتھی الطلب کے مقدمہ (یہ ایک ھزار شعراء کے کلام کا ذخیرہ ہے) میں صاحب کتاب رقم طراز ھیں کہ میں نے اپنی کتاب میں المفضل اور الأصمعی کے منتخب قصائد المفضلیات اور الاُصمعیات سے بھی لیکر شامل کئے ھیں ,,المفضلیات کے قصائد پر خاص طور سے توجہ دی اور ان کے اصل نمبر مثلاً (۱ : ۴۷ : ۵۰ : ۵۴) کی وضاحت بھی کی ہے کہ (وھی مفضلیة ، وقد قرأتھا علی شیخی ابن الخشاب رحمه الله تعالی ویسکت عن الآخرین) یہ المفضلیات کے قصائد ھیں جو میں نے اپنے شیخ ابن الخشاب سے پوری المفضلیات میں سے چھانٹ کر پڑھے تھے - باقی قصائد کا کوئی ذکر نہیں کیا ،، (۱۱) -

مختلف ادوار کے مختلف مؤرخین و علماء کی آراء کا تفصیلی

جائزہ لینے کے بعد معلوم یہ ہوتا ہے کہ الأصفهانی ۳۵٦ ھـ) اور امام سیوطی (۹۱۱ھـ) میں صدیوں کا درمیانی فاصلہ ہے اور اسی قدر ان کے افکار و نظریات میں بھی فرق ملتا ہے ۔ ہم اگر اغلبیت کی آراء پر اعتماد کریں تو ہمکو الأصفهانی کا بیان تائیدی ملیگا اور سیوطی پر یقین کریں تو سارا مجموعہ ابراھیم کا مرھون منت ھوگا ۔ لیکن المفضل کی اپنی بار بار یقین دھانی ، ابن الأعرابی کی روایت ، ابوعکرمہ کا بیان یہ ثابت کر سکتا ہے کہ ممکن ہے المفضل نے ابراھیم کے کشکول سے استفادہ کیا ھو جیسا کہ اس نے ستر دیگر قصائد شعراء کے نام کے بغیر تسلیم کئے ھیں تو بنا بریں المفضل کے قول پر اعتماد کرنا پڑتا ہے ۔ اور الأصفهانی کی اسناد بھی ابن اعرابی سے متصل ھیں ۔ اس لحاظ سے امام سیوطی کی رائے محل نظر ہے ۔

ھماری یہ رائے کہ ,,المفضلیات ایک قدیم ترین مجموعہ ہے اور اس کا جامع المفضّل ہے ،، کی تائید الأنباری ، المیمنی، القالی اور صاحب منتھی الطلب ،جیسی ذی علم شخصیتوں کے بیانات پر مبنی ہے نیز خلیفہ منصور کی مہدی کیلئے قدیم عربی شعراء کا مجموعۂ کلام منتخب کرنے کی فرمائش والی روایت سے بھی ھماری رائے کو تقویت ملتی ہے ۔ المفضّلیات کو علمی دُنیا میں بہت اھمیت حاصل ہے ۔ کار لائل نے اپنے فاضلانہ مقدمہ کے ساتھ ۱۹۱۲ء میں اسے شائع کیا ۔ ۱۹۸۳ء میں ڈاکٹر علی احمد علام نے ڈاکٹر مصطفیٰ ھدارہ کی نگرانی میں جدید نوعیت کی طرح ڈالی اور اس کتاب کو لغت و ادب کی دستاویز ثابت کیا ہے ۔ الغرض قدیم شاعری اور تاریخ ادب عربی کا کوئی استاد ھو یا طالب علم وہ المفضلیات سے بے نیاز نہیں رہ سکتا ۔

حواشی

(۱) عربی زبان کی کتب تفسیر و حدیث نیز تاریخ و ادب و نحو کے بیشتر مصادر انکے مؤلف کے نام یا وطن سے منسوب هیں ، مثلاً تفسیر طبری ، تاریخ بغدادی ، صحیح بخاری طبقات ابن سعد ـ شرح مسلم بن عقیل (نحومین) . اکثر صرف نسبت یاد رهتی ہے اور مصنف کا نام و نسب بعد میں دیکھا جاتا ہے ـ

(۲) ابراهیم بن عبداللہ اور المفضل نے عباسی خلیفہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا، اسی وجہ سے وہ اس کے گھر میں روپوش یا پناہ گزین تھے ـ

(۳) مقاتل الطالبین ، طبع القاهرة ، ص ۳۳۹ ـ ۳٧۲ .

(۴) الامالی ج ۳ ص ۱۳۰ ، طبع الدار .

(۵) معجم الادباء ج ۳ ص ۲۸۳ ابو عکرمہ کی روایت ثقہ ہے ، وہ المفضل کے راوی ابن الأعرابی کا راوی تھا اور اس سے الانباری نے جو بجائے خود ثقہ راوی تھا المفضلیات روایت کی وہ بلا کا ذهین اور اشعار عرب کا سب سے زیادہ جاننے اور جانچنے والا تھا بلکہ اشعار کا عظیم راوی گذرا ہے . وفات ۲۵۰ ھ

(٦) المفضلیات المقدمة ص ۱۱ دار المعارف ، مصر

(٧) کتاب الفهرست ، ص ۱۰۲

(۸) المزهر فی علوم اللغة ج ۲ ص ۳۱۹ طبع بولاق ، قاهرة

(۹) ملاحظه هو : سمط اللالی ج ۳ ص ٦۱ ـ

(۱۰) الامالی ج ۳ ص ۱۳۰ : ۱۳۲ ـ للقالی .

(۱۱) منتهی الطلب ج ۱ ص ۳۱۱ ـ ۳۱۸ .